بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ڈاکٹر عنایت اللہ

پاکستانی یونیورسٹیاں اور علومِ اسلامیہ کی تعلیم و تدریس

جنابِ صدر محترم و حاضرین جلسہ

میرا مقالہ جس عنوان کے تحت آتا ہے وہ یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستانی یونیورسٹیوں نے علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں کیا خدمات انجام دی ہیں۔ ان خدمات کا ذکر کرنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ اس امر کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ پاکستان بننے سے پہلے ہمارے نظامِ تعلیم میں دینی تعلیم کی کیا صورت تھی۔ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ غیر ملکی حکومت نے ہمارے ہاں تعلیم کا جو نظام رائج کیا تھا اس میں دینی تعلیم کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس بارے میں برطانوی حکومت کا موقف یہ تھا کہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ سرکاری مدارس میں اگر تعلیم دی جائے تو کس دین کی تعلیم دی جائے لہٰذا دینی تعلیم کے بارے میں حکومت غیر جانبدار رہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرکاری تعلیمی اداروں کا نصاب دینی تعلیم سے یکسر خالی رہا۔

لوگوں کو اس کمی کا شدید احساس تھا لہٰذا تقریباً ہر ایک مذہبی فرقے اور جماعت نے اپنی اپنی بساط کے مطابق اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنے اپنے مدارس قائم کئے۔ جن کو سرکاری اصطلاح میں ڈینامی نیشنل سکولز (Denominational schools) کہا جاتا تھا۔ آریہ سماجیوں اور دیو سماجیوں نے اپنے اپنے مدارس اور کالج جاری کئے۔ عیسائی مشنریوں نے اپنے اپنے مدارس قائم کئے اور اپنی مخصوص اغراض کے پیشِ نظر ان میں بائیبل کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، ان کے ہاں قدیم طرز کے دینی مدارس پہلے سے موجود تھے۔ لیکن انہوں نے بھی زمانے کی رفتار دیکھ کر جدید طرز کے مدارس قائم کئے اور ان میں دینی تعلیم کا انتظام کیا تاکہ مسلمان طلبہ اپنے آبائی دین کی تعلیم سے محروم نہ رہ جائیں۔ انجمن حمایت اسلام لاہور نے جو ایک ڈگری کالج کے علاوہ سکول بھی چلا رہی تھی مسلمان طلبہ کے لئے دینیات کے رسالے لکھوائے۔ انجمن مذکورہ کے علاوہ متعدد علماء نے بھی اس قسم کے رسائل مرتب کئے۔ یہ اسلامی مدارس اور کالج اپنے طلبہ کو سرکاری یونیورسٹیوں کے امتحانات کے لئے تیار کرتے تھے۔ ان امتحانات سے دینیات کا مضمون خارج تھا۔ اس لئے طلبہ بھی اس مضمون پر پوری توجہ نہیں دیتے تھے۔ اسلامی مدرسوں اور کالجوں میں دینیات کی تعلیم محض سرسری

تھی کہ اکثر طلبہ دینیات کے گھنٹے کو تفریح کا گھنٹہ سمجھتے تھے۔ بعض مدارس میں قرآن مجید کی محض ناظرہ خوانی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اور بعض ذمہ دار حلقوں میں اسے اب بھی کافی سمجھا جاتا ہے۔ میری اپنی سکول کی تعلیم ایم ائے او یعنی محمڈن اینگلو ہائی سکول امرتسر میں ہوئی تھی۔ دوسرے اسلامی اداروں کو بھی دیکھنے کا موقع ملا ہے اس لئے میری گذارشات بیشتر اپنے ذاتی مشاہدے پر مبنی ہیں۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو حکومت نے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ تعلیم کے مسئلہ کو بھی بڑی اہمیت دی۔ چنانچہ مسائل پر غور کرنے کے لئے ابتداء ہی میں دو تین کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ چونکہ پاکستان اسلامک آئیڈیالوجی یعنی اسلامی تعلیمات کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا۔ اس لئے ان کانفرنسوں میں یہ بات طے پائی کہ سرکاری مدارس اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم کا فوراً انتظام کیا جائے۔ ہمارے ملک میں تعلیمی زندگی کے دو ہی بڑے مرحلے ہیں۔ ایک اسکول اور دوسرے یونیورسٹی، سکولوں کا عام انتظام محکمہ تعلیم کے ہاتھ میں ہے۔ اور یونیورسٹیاں اپنی اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ ان ہر دو مرحلوں میں دینی تعلیم کی ترویج کے لئے مناسب اقدامات کئے گئے۔ محکمہ تعلیم نے سکولوں کے لئے دینی نصاب وضع کرنے کے لئے کمیٹیاں بٹھائیں اور ان میں معروف علماء کو مشورہ کے لئے بلایا۔ بعض مشکلات کے باوجود جن کا تذکرہ اس وقت طولِ کلام کا موجب ہوگا۔ دینیات کے نصاب کا کچھ نہ کچھ خاکہ تیار ہوگیا اور اس پر ایک حد تک عمل بھی شروع ہوگیا۔ مگر جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، ہمارے سکولوں میں دینیات کی تعلیم تسلی بخش نہیں۔ میرے خیال میں اس کے دو بڑے سبب ہیں۔ اولاً دینیات میں پاس ہونا یعنی اس مضمون کے امتحان میں کامیاب ہونا طلبہ پر لازم نہیں ہے، دوسرے محکمہ تعلیم ابھی تک اپنے سکولوں میں ایسے استادوں کو کافی تعداد میں مہیا نہیں کر سکا۔ جو دینیات پڑھانے کی اہلیت رکھتے ہوں جو مضمون لازمی نہیں ہے اس کے حق میں کوشش کرنا محکمہ کے خیال میں شاید ایک سعی لاحاصل ہے۔

لیکن مجھے تو اس وقت یونیورسٹیوں کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ میرا ذاتی علم اور تجربہ زیادہ تر پنجاب یونیورسٹی تک محدود ہے۔ اس لئے میں فی الحال اس کے متعلق چند ایک معروضات آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

جب حکومت پاکستان کی طرف سے یہ بات فیصل ہوچکی کہ تعلیم کے ہر مرحلہ میں دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے تو پنجاب یونیورسٹی نے اس بارے میں پہلا قدم یہ اٹھایا کہ دینی تعلیم کو اپنے نصاب میں داخل کیا اور اسے دیگر مضامین کی طرح ایک مستقل مضمون کی حیثیت دی اور طلبہ کو اس بات کی عام اجازت دی کہ وہ اسے امتحانی اغراض کے لئے اختیار کرسکتے ہیں۔ وہ مضمون جسے ہم سکولوں میں دینیات کہا کرتے تھے، اس کا نام اب اسلامیات ٹھہرا جو دراصل انگریزی اصطلاح اسلامک سٹڈیز (Islamic studies) کا ترجمہ یا مترادف ہے۔ اس کے علاوہ ارباب یونیورسٹی نے اسلامیات کا نصاب وضع کرنے کے لئے ایک کمیٹی آف کورسز (committee of courses) مقرر کی۔ یہ بات سترہ اٹھارہ سال کی ہے اس کمیٹی کے پانچ ممبر تھے۔ اول مولوی محمد شفیع صاحب سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور، جو اس کے کنوینر

بھی تھے۔ دوسرے پروفیسر احمد شاہ بخاری جو ان دنوں آل انڈیا ریڈیو کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے تھے۔ تیسرے ڈاکٹر محمد دین تاثیر جو اس زمانے میں اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل تھے۔ چوتھے ہمارے محترم دوست علامہ علاؤالدین صدیقی جو آجکل شعبہ اسلامیات کے صدر ہیں اور پانچویں آپ کا یہ خادم جس کی حیثیت اس لحاظ سے بقیۃ السیف کی ہے کہ اس کمیٹی کے اکثر ممبر اب مرحوم و مغفور ہو چکے ہیں۔

وضع نصاب کا کام جو کمیٹی کے سپرد ہوا بڑا غور طلب تھا۔ کیونکہ ممبروں کو اس بات کا احساس تھا کہ جو بنیادیں اب رکھی جائیں گی، انہی بنیادوں پر آئندہ چل کر اسلامیات کی تعلیم و تدریس کی عمارت کھڑی ہوگی۔

کمیٹی کے سامنے تین درجے تھے۔ ایف اے، بی اے، اور ایم اے۔ ان درجوں کے لئے الگ الگ نصاب تجویز ہوا اور اس میں تدریج کا خاص خیال رکھا گیا۔ اسلامی تعلیمات کی جو بنیادی باتیں تھیں۔ مثلاً اجزاء ایمان اور ارکانِ اسلام ان کو ابتدائی درجے کے نصاب میں رکھا گیا۔ اور ان کے ساتھ کچھ حصہ اخلاق کا بھی شامل کیا گیا تاکہ یونیورسٹی کے طلبہ ابتداء ہی سے اسلام کے بنیادی عقائد سے واقف ہو جائیں۔ اسلامی تعلیمات کے دو بڑے سرچشمے کلام پاک اور حدیث نبویؐ ہیں۔ ان کا مطالعہ بی اے کے لئے تجویز ہوا۔ ایم اے کے درجے کے لئے اُن دنوں چھ پرچے تھے جن کی تعداد اب شاید بڑھا دی گئی ہے۔ اس درجے کے لئے قرآن پاک، حدیث نبویؐ، فقہ، اور تاریخ اسلام کے چار پرچے لازمی ٹھہرے۔ باقی پرچے اسلامی تہذیب و تمدن کے مختلف پہلوؤں کے لئے مخصوص ہوئے۔

بعد ازاں چند اور ضروری مضامین بھی نصاب میں شامل کئے گئے مثلاً Islam and modern Social, political and economic Thought

اور

Islam and modern Scientific and philosophical Thought

ان کا یہ مقصد یہ ہے کہ طلبہ کو عہدِ حاضر کے سیاسی اور معاشرتی نظریات سے آشنا کیا جائے اور بتایا جائے کہ ان کے متعلق اسلام کا موقف کیا ہے۔ اسلامیات کا نصاب تجویز کرتے وقت تاریخ اسلام کی اہمیت کو خاص طور پر ملحوظ خاطر رکھا گیا اسے ہر درجہ کے نصاب میں شامل کیا گیا۔ کیونکہ کمیٹی کے ممبروں کی یہ متفقہ رائے تھی کہ مسلمان طلبہ کو جس طرح بن پڑے اپنی قومی تاریخ اور اپنے اسلاف کی شاندار روایات سے آشنا کرنا نہایت ضروری ہے۔

اس نصاب کی تکمیل کے بعد اس کی نقول اُن تمام کالجوں میں بھیج دی گئیں جو پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ ملحق تھے۔ اور اپنے طلبہ کو اس یونیورسٹی کے امتحانات کے لئے تیار کرتے تھے۔ اس مضمون میں کچھ ایسی کشش تھی کہ پنجاب کے تمام کالجوں میں اسے بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔ پہلے وقتوں میں دینیات کے ساتھ جو بے اعتنائی اور بے رُخی برتی جاتی تھی اس کے پیش نظر اسلامیات کی مقبولیت خلافِ توقع تھی اور حیرت انگیز بھی۔ کالجوں کے لئے یہ مضمون بالکل نیا تھا اور اس کی تعلیم

کے لئے خاص اساتذہ بھی موجود نہ تھے۔ ان دنوں حالات اسلامیات کا درس ان اساتذہ کو تفویض ہوا جو ان درسگاہوں میں پہلے ہی عربی زبان اور عربی ادب کی تعلیم پر مامور تھے۔ اس مضمون کے اجراء پر اب تقریباً سترہ سال ہونے کو آئے ہیں۔ میں ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی شعبے کا صدر تھا۔ اسلامیات کا درس بھی ہمارے شعبہ کے سپرد ہوا اور اس خاکسار نے خدا کا نام لے کر لاہور کی اس مرکزی اور مشہور و معروف درسگاہ میں اسلامیات کے موضوع پر سب سے پہلے بذاتِ خود لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا اور یہ وہ سعادت اور شرف ہے جس کے لئے میں کارکنانِ قضاء و قدر کا بیحد ممنونِ احسان ہوں۔

۱۹۵۰ء میں پنجاب یونیورسٹی نے خود اپنے ہاں اسلامیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا اور علامہ علاؤالدین صدیقی اس کے صدر مقرر ہوئے اور ان کی کوششوں سے یونیورسٹی میں ایم اے کی کلاس جاری ہو گئی۔ ان کے خلوص اور حسنِ انتظام کی بدولت یہ شعبہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرتا رہا ہے۔ اور اس شعبہ نے گذشتہ پندرہ سولہ سالوں میں سینکڑوں ایسے ایم اے پیدا کئے ہیں جو اس وقت پنجاب کے مختلف کالجوں میں کام کر رہے ہیں اور اسلامی علوم کی اشاعت میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ اسلامیات کی تعلیم کا یہ کام صرف مردانہ درسگاہوں تک محدود نہیں بلکہ اس مفید اور نیک کام میں خواتین بھی بڑی محنت سے حصہ لے رہی ہیں۔ ہر سال بہت سی خواتین اس شعبہ کے درس میں شریک ہو کر اسلامیات میں ایم اے کی سند حاصل کرتی ہیں اور پھر زنانہ کالجوں میں جا کر اس مضمون کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس تعلیمی اور دینی سرگرمی کا یہ خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ ہمارے مردانہ اور زنانہ کالجوں میں اسلامی مضامین کے مطالعہ کو وہ فروغ حاصل ہوا ہے۔ جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کی کشش کا یہ عالم ہے کہ اس سال جن طلبہ اور طالبات نے اسلامیات کی ایم اے کلاس میں داخلہ لیا ہے۔ ان کی مجموعی تعداد ایک سو پچاس ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس شعبہ نے اپنی اعلیٰ تعلیم اور کارکردگی سے اسلامیات کے مضمون کو کس قدر مقبول بنا دیا ہے۔

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے ساتھ ایک وسیع کتب خانہ بھی ہے۔ جو اساتذہ اور طلبہ کے تحقیقی کام کے لئے از بس ضروری ہے۔

کراچی اور پشاور کی یونیورسٹیوں میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کی جو کیفیت ہے وہ آپ مولانا منتخب الحق اور مولانا عبدالقدوس کی زبانی سُن چکے ہیں۔ مگر اس سلسلے میں سندھ یونیورسٹی کا ابھی تک کوئی ذکر نہیں آیا۔ وہاں کے پروفیسر اور شعبۂ دینیہ کے سربراہ ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ہالے پوتہ نے مجھے جو معلومات فراہم کی ہیں اس کی بنا پر چند ضروری باتیں اس یونیورسٹی کے متعلق آپ حضرات کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

سندھ یونیورسٹی سنہ ۱۹۴۷ء میں معرض وجود میں آئی تھی۔ یہ یونیورسٹی پہلے صرف امتحانات کا انتظام کرتی تھی اور

اور سندیں دیتی تھی سنہ ۱۹۵۱ء سے تعلیمی کام بھی شروع ہوا اور دو شعبے شعبہ تعلیم اور شعبہ دین کھولے گئے۔ اس وقت سے شعبہ دین برابر ترقی کر رہا ہے۔ ابتداء ہی سے اسلامی تعلیم بی اے اور بی ایس سی کے طلبہ کے لئے ایک لازمی مضمون رہا ہے۔ شعبہ دین کا نام Deptt:- of Religion and Islamic culture ہے اس رعایت سے اس شعبہ کے نصاب کے دو حصے ہیں۔ پہلا اسلامک کلچر یعنی ثقافت اسلامیہ کا اور دوسرا فلسفہ دین اور تقابل ادیان کا ہے۔ دونوں نصابوں میں اسلامی علوم شامل ہیں اور ان میں بی اے پاس، بی اے آنرز اور ایم اے کی الگ الگ ڈگریاں دی جاتی ہیں۔ دونوں نصابوں میں بہت سے پرچے سو سو نمبروں کے ہیں ان میں جن علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ دین کا مطالعہ علم نفسیات کے لحاظ سے، دین کا فلسفۂ اجتماعی، تاریخ، مذاہب عالم، علوم اسلامیہ کی تاریخ عالم اسلام کی مذہبی اور سیاسی اور تمدنی تحریکیں، تصوف کا مطالعہ۔

اس وقت سندھ یونیورسٹی کے اس شعبہ میں بارہ اساتذہ کام کر رہے ہیں جن میں سے اکثر استاد درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں۔ ایک جامع ازہر کے فاضل ہیں اور ایک فاضل دیوبند ہیں۔ دو دوسرے استاد اسلامی تاریخ وثقافت اور اسلامی فلسفہ میں ایم اے کی ڈگریاں رکھتے ہیں۔ اور دو استاد پی ایچ ڈی ہیں۔ یعنی اپنے اپنے فن میں ڈاکٹر کی سند رکھتے ہیں۔

اس شعبہ میں علمی تحقیق بھی ہو رہی ہے۔ جن مضامین پر ڈاکٹر کی ڈگری کے لئے کام ہو رہا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

امثال القرآن للماوردی
نظریہ ارتقاء اور قرآن
مولانا نانوتوی کا فلسفہ دین
مولانا اشرف علی تھانوی کا فلسفۂ اخلاق
مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی اور ان کی تصانیف
مخدوم عبدالواحد سیوستانی کا فقہی مسلک
قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم

اس شعبہ میں ہر ہفتہ ایک مجلس مذاکرہ بھی منعقد ہوتی ہے، جس میں طلباء دینی مضامین پر مقالات پڑھتے ہیں۔ اور بحث کرتے ہیں۔ گذشتہ سال جہاد پر کئی مضامین پڑھے گئے، جن کو ایک کتاب کی شکل دے دی گئی ہے۔

سندھ یونیورسٹی کے اس شعبہ اسلامیہ کا بجٹ سب سے زیادہ ہے۔ اسلامی کتابوں کی خرید کے لئے ہر سال پانچ چھ ہزار روپیہ دیا جاتا ہے اور مزید کتابوں کی خرید کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

ایک اور بات جو قابلِ ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اس شعبہ میں مستورات بھی زیورِ علم سے آراستہ ہوتی تھیں۔ ان کے لئے پردہ داری کی خاص سہولت مہیا کی گئی ہے۔

اس شعبہ کا نصب العین یہ ہے کہ خواہ ثقافتِ اسلامیہ کا مطالعہ ہو یا ادیان کا تقابلی مطالعہ ہر حالت میں یہ بات طلبہ کے ذہن پر واضح ہو جائے کہ اسلام واقعی ہی دینِ کامل ہے، دینِ فطرت ہے۔ ایک جامع اور بین الاقوامی انسانیت کا دین ہے۔ اور دورِ حاضر میں زندگی کے ہر شعبہ میں انسانی فلاح و بہبود کا ضامن ہو سکتا ہے۔

سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر حسن علی عبدالرحمٰن نے اعلان کیا ہے کہ یونیورسٹی میں حتی الامکان اسلامی اصول کی اہمیت اور اسلامی شعائر کی عظمت کو برقرار رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی۔ اور اس بات کا بھی انتظام کیا جائیگا کہ جمعہ کی نماز جملہ اساتذہ اور طلبہ یکجا ادا کریں۔ ان کی نگرانی میں جن انجمنوں کی تشکیل ہوئی ہے ان میں حلقۂ تعلیمِ قرآن اور حلقۂ مطالعۂ تصوّف خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

میرا خیال ہے کہ لاہور، پشاور، کراچی اور حیدرآباد سندھ کی یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم کی اشاعت کے سلسلے میں جو کام ہو رہا ہے وہ مسلمانانِ پاکستان کی دینی اور علمی زندگی کو تازہ رکھنے کے لئے ازبس ضروری ہے۔